اسلام مخالف جدید مغربی ادب کا جائزہ

محمد حسنین آزاد ☆

''ہم نے اس تحریر میں مختصر طور پر مغربی دنیا میں تہلکہ مچا دینے والی اور ان کے دلوں اور اسلام دشمنی کی حامل ان کی نمائندہ تحریروں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے ہمارا مقصد مسلمانوں کو مغربی میڈیا اور مغربی ادیبوں اور شاعروں کے تعصب اور ان خطرناک ارادوں سے آگاہ کرنا ہے، تا کہ ملک اور ملت کی سلامتی کے لیے کوئی مشترکہ جدوجہد اپنائی جا سکے''۔

دنیا کے کسی بھی معاشرے یا ملک کی تہذیب کو سمجھنے اور جاننے کے لیے اس معاشرے یا ملک کے ادب کا مطالعہ نہایت ضروری ہوتا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی مادی چمک دمک اور کشش نے دنیا کو ہیجان، اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ خود اہل مغرب بھی اپنی تہذیب کے کھوکھلے پن اور زندگی سے بیزار ہو چکے ہیں۔ دولت، طاقت، آزادی اور احساس برتری جیسے اوصاف کے باوجود مغربی تہذیب علامہ اقبال کی پیشین گوئی کے مطابق آج اپنے خنجر سے آپ خودکشی کر رہی ہے۔ مغربی تہذیب کی روح اور مذہبی و اخلاقی اقدار اس کے جسد خاکی سے پرواز کر چکی ہیں، مغرب مذہبی اور اخلاقی دیوالیہ کا شکار ہو چکا ہے۔ اس حوالے سے ہم نے مغربی سامراج کے تہذیب سے عاری، انسان دشمن اور مادر پدر آزادی سے سرشار مردہ جسم کے خوفناک پہلو اور اس کی تباہی کی وجوہات اور آج کے دور میں اس کے ہلاکت خیز انسان بیزار رویہ کی وجوہات کی جڑیں ان کے ادب میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں اس مقالے کا بنیادی اور بڑا حصہ اس تحقیقی نکتے پر مرکوز ہے کہ امریکہ اور مغرب نے اسلامی ممالک میں جغرافیائی جارحیت کے ساتھ ساتھ مسلم تہذیب پر شب خون مارتے ہوئے جس ''ادبی جارحیت'' کا ارتکاب کیا ہے اس کی نوعیت، شدت اور اثرات کیا ہیں۔

مغربی تہذیب کا تاریخی پس منظر جاننے کے حوالے سے بیسویں صدی کے نامور انگریز مفکر، دانشور، برٹ رینڈرسل کی معرکتہ الآرا کتاب Histroy ot Western Philosophy (مغربی فلسفے کی تاریخ کا مطالعہ بے حد

☆ فیکلٹی ممبر آف پنجاب کالج آف سائنس، لاہور

ترتیب ونظر ثانی: ڈاکٹر محمود الحسن عارف صدر اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

یہ مقالہ ۱۷ اگست ۲۰۰۹ء/ ۲۵ شعبان ۱۴۳۰ھ کو سائنز ہوٹل میں منعقد ہونے والے...... سیمینار میں پڑھا گیا۔

ضروری ہے) اس کتاب میں برٹرینڈ رسل نے مغربی معاشرے، تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کا تاریخی پس منظر بیان کیا ہے۔ اس نے PLATO (افلاطون) کے ریاستی نظریات، انداز حکمرانی اور حکومت کے مختلف محکموں کا نظام چلانے کے اصول بیان کیے ہیں۔ افلاطون کی مشہور مثالی ریاست (Utopia) کا حوالہ دیتے ہوئے برٹرینڈ رسل اپنی کتاب مغربی فلسفے کی تاریخ میں لکھتا ہے:

قدیم مصری اور بابل کے مذاہب میں جس طرح کہ دوسرے قدیم مذاہب جو بنیادی طور زمین کی زرخیزی کے بارے میں عقائد تھے ان میں زمین کو مونث (Female) اور سورج کو مذکر (Male) مانا جاتا تھا۔ بیل (Bull) کو مذکر یعنی نسل کو بڑھانے (Male Fertility) کی علامت، وجود (یا Embodiment) مانا جاتا تھا اور اسی طرح سے بیل دیوتا (Bull gods) کی پوجا عام تھی قدیم بابل کی تہذیب میں ''اشطر'' یعنی زمین کی دیوی بقیہ تمام دیویوں میں سب سے عظیم تصور کی جاتی تھی۔ سارے مغربی ایشیا میں یہ دھرتی ماتا مختلف ناموں سے پوجی جاتی تھی۔ جب یونانی توسیع پسندوں (Greek Colonists) نے ایشیاے کوچک (Asia Minor) میں اس دیوی کے معبد پائے تو انہوں نے اس دھرتی ماتا دیوی کو آرٹی میز (Artemis) کا نام دیا اور اس خطے میں پھیلے ہوئے کو عقیدے کو اپنا لیا۔ یہی نیو ٹیسٹامنٹ (Testament) کی کتاب ایفی سین (Ephesians) میں مذکور ڈائیانہ کا مآخذ و مصدر ہے، عیسائیت میں ڈائیانہ (Diana) کا ترجمہ کنواری مریم (Mary Virgin) کیا گیا اور ایفی سس کی مذہبی کونسل نے باضابطہ طور پر خدا کی ماں (Mother of God) کا خطاب دیا یہی خطاب (Our Lady) کنواری مریم کے لیے بولا جاتا ہے۔ (۱)

عیسائی پیشواؤں نے مختلف حالات اور مقاصد کی تکمیل کے لیے حسب ضرورت پاک صاف اور خالص عیسائی مذہب میں ردو بدل کیا اور اپنے قدیم یعنی قبل از مسیح کے تہذیبی ورثہ سے عقیدت کے زیر اثر عیسائیت میں بہت سے ایسے کردار، نام، نظریات اور عقائد ٹھونس دیئے جن کی اصل یونانی داستانیں ہیں ان کا آسمانی انجیل مقدس اور حضرت عیسیٰؑ کے برحق پاک، اعلیٰ وارفع تعلیمات سے دور کا بھی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ اسی تحریف وتبدل نے عیسائی عقائد کو اتنا بگاڑ دیا کہ اب عیسائی معاشرے میں اصل انجیل مقدس کی تعلیمات تو غفلت کے پردوں کے میں چلی گئیں، جب کہ یونانی نظریات کی ''آزادیاں'' اور ''آسانیاں'' مغرب میں پھیل گئیں۔ پھر اس پر بھی صبر و اکتفاء نہ کیا گیا بلکہ بالکل مادر و پدر آزادی کے حصول میں برائے نام مذہبی ''رکاوٹ'' کو دور کرتے ہوئے صنعتی انقلاب کے زیر اثر چرچ کو نظام حکومت اور معاشرتی زندگی سے الگ کر کے اس کو ایک نجی اور ذاتی پسند کا درجہ دیا۔ (۲)

دوسری طرف اسلامی ممالک میں امریکہ اور یورپ نے اپنے خفیہ اور کھلے ایجنٹ متحرک کر رکھے ہیں۔ ان

میں عیسائی پادری اور غیر سرکاری تنظیمیں (NGO's) اور جعلی انسانی حقوق کے ادارے، وغیرہ دن رات کام کر رہے ہیں۔ اسلامی ممالک کے اندر غدار، ضمیر فروش اور لبرل ذہن رکھنے والے لالچی سیاست دان، بے عمل، دین کے نام نہاد ٹھیکیدار اور تعلیمی اداروں کے روشن خیال'' مغرب نواز اور مغرب پسند اساتذہ امریکہ اور یورپ کے منظور نظر پسندیدہ، مہذب، اعلیٰ ذوق کے مالک روشن دیاغ وغیرہ شامل ہیں۔ جنہیں وہ ماہی گیری کے کانٹے کے ہک میں بطور چارہ کی طرح لگا کر مسلمان عوام کا شکار کرتے ہیں.

۱۹۹۵ء کا ادب کا نوبل انعام حاصل کرنے والے آئیر لینڈ کے عظیم شاعر، مفکر اس عہد کے عظیم ترین نقاد اور دانشور جناب شیمس ہینی اپنے عظیم مقالے THE REDRESS OF POETRY میں ادب (شاعری) کی زبردست صلاحیت اور اثرات اور تحرک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"If you are an English poet at the Front during World War-I, the pressure will be on you to contirbute to the war effort,preferably by dehumanizing the face of the enemy,if you are an Irsh poet in the wake of the 1916. executions, the perssure will be to revile the tyranny of the executing power,if you are an American poet at the height of the Vietnam war, the official expectation will be you to wave the flag rhetoricallg..."

یعنی اگر آپ ایک انگریز شاعر ہیں اور جنگ عظیم اول کے محاذ پر موجود ہیں تو (قوم) کی طرف سے یہ اخلاقی تقاضا ہوگا کہ آپ بھی شانہ بشانہ لڑتے ہوئے میدان جنگ میں اپنا کردار ادا کریں خاص طور پر اپنے کلام میں دشمن کی کردار کشی کریں کہ وہ انسان نہیں، بلکہ درندہ، خون آشام بلا نظر آئے، اگر آپ آئر لینڈ کے شاعر ہیں اور ۱۹۱۶ کے قتل عام کا عہد ہے تو غیر محسوس طور پر آپ پر قومی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اس رزم حق و باطل میں کم از کم سفاک قاتل کو اپنی دشنام کا نشانہ بنائیں۔ اگر آپ ایک امریکی شاعر ہیں اور ویتنام کی جنگ پورے جوبن پر ہے تو امریکی حکومت کی توقعات آپ سے یہ ہوں گی کہ آپ (امریکہ کی جارحیت کو درست قرار دیتے ہوئے) پر جوش انداز میں امریکی پرچم کو بلند رکھتے ہوئے، لہرائیں اور اپنے کلام میں ویت نام کی جنگ میں امریکہ کی تعریف میں رطب اللسان رہیں.(۳)

آیئے! اب اس پس منظر میں اس دور جدید کی پر آشوب، قتل و غارت گری اور جنگی جنون میں ڈوب کر لکھے گئے ناولوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں ...... جو خاص طور پر اسلام، مسلمان اور افغان ثقافت کو مسخ کرنے نیز'' ان کی

کردار کشی'' اسے بدنام کرنے اور اس کے مقابلے میں امریکہ اور یورپ کے ہم نوا افراد اور امریکی ایجنٹوں اور مغربی تہذیب کو انسان دوست بنیادی انسانی حقوق کے علمبردار، برائی سے نفرت کرنے والے اور شرم وحیا کے پاسدار ثابت کرنے کی بڑی بھونڈی کوشش کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

ا۔ خالد حسینی کا ناول ''پتنگ باز'':

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس ناول کو زیر بحث لایا جائے گا۔ جس کی پہلی اشاعت کی ۲۰۰۳ سے ۲۰۰۸ تک ایک کروڑ کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں.(۴)

اس ناول کی تعریف وستائش میں سرورق پر آبزرور (Observer) لکھتا ہے:

Shattering ___ devastating and inspiring اس ناول کے عقبی ورق پر دی ٹائمز، ڈیلی ٹیلی گراف، ڈیلی، انڈیپنڈنٹ، اور نیویارک ٹائمز جیسے عالمی اخبارات نے دل کھول کر کلمات داد وتحسین سے نوازا ہے۔ یہاں اختصار کے طور پر صرف دی ٹائمز کے'' جذبات'' کا اردو پیش خدمت ہے۔ دی ٹائمز لکھتا ہے.

خالد حسینی (مصنف) میں داستان گوئی کا ملکہ خداداد ہے...... وہ اس خوبصورتی سے آپ کے دل کے تاروں کو چھوتا ہے کہ ہر تار نغمہ سرا ہو جاتا ہے......۔

مصنف، خالد حسینی نے اس ناول کا انتساب اپنے دو بچوں حارث اور فرح کے اور افغانستان کے بچوں کے نام کیا ہے۔ افغانستان کے ان بچوں کے نام جن پر خالد حسینی جیسے غدار وطن اور ننگ قوم کے'' آقا'' اور'' جہاں پناہ'' امریکہ نے ڈیزی کٹر بموں، کارپٹ بمباری، نیوکلیئر ہتھیاروں اور میزائلوں کی بارش کی ہے.

خالد حسینی افغانستان میں ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوا۔ ۱۹۸۰ء میں اس کے خاندان نے امریکہ میں سیاسی پناہ حاصل کی۔ وہ آج کل امریکہ کی ایک ریاست کیلی فورنیا میں رہائش پذیر ہے۔ وہ پیشے کے لحاظ سے یک ڈاکٹر ہے، کہ اس نے میڈیسنز میں گریجویشن کی ہے اور میڈیسن جنرل پریکٹیشنز ہے۔ ڈاکٹر نہیں ہے، اس کے والدین فرانس میں تھے۔ جب خالد حسینی صرف ۹ سال کا تھا۔ اس وقت اس کی والدہ ایک لبرل سکول کی وائس پرنسپل تھی۔ جبکہ اس کا والد فرانس میں افغانستان کا سفیر تھا۔ خالد حسینی نے فرانس کے French Lycee میں تعلیم حاصل کی۔ اس ساری تفصیل کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ناول نگار پیدائشی ،فطری اور ذہنی طور پر مغربی ماحول سے متاثر ہے، لہذا اس کی سوچ میں اسلام، دین، ایمان، حب الوطنی ملی محبت اور قومی غیرت کا شائبہ تک موجود نہیں ہے، اس کی نفسیات، ذہن، دل، سب کچھ مغرب پسند اور مغرب نواز ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے ناول کو غیر معمولی شہرت اور پذیرائی ملی ہے۔

جبکہ اس کا دوسرا ناول A Thousand splendid suns کو اعلی ادبی ایوارڈ'' رچرڈ اینڈ جوڑی'' سے

نواز گیا ہے۔ اس ناول میں خالد حسینی نے افغانستان کی باپردہ معصوم لڑکیوں کو لبرل بنانے اور مغربی تعلیم کا دلدادہ بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور خاندانی روایت پسند افغانوں کو ظالم، تنگ نظر، متشدد اور غیر مہذب ثابت کیا ہے۔ ٹائمز آن لائن کے نمائندہ پینی وارک (Penny Wark) کو انٹرویو دیتے ہوئے خالد حسینی اپنے ناولوں اور ادبی کیریئر کے آغاز کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہتا ہے:

ذرا تصور کیجئے کہ میں کہاں سے آیا ہوں (یعنی افغانستان جیسے ملک سے) میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آسکتا تھا۔ میرا یہاں (امریکا) میں آنا۔ ایک معجزے سے کم نہیں ہے یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے روسی جارحیت سے دو سال پہلے ہی افغانستان چھوڑ دیا۔ میں تو ہمیشہ یہ سوچ کر لرز جاتا ہوں کہ اگر میرے والد کو فرانس میں تعینات نہ کیا جاتا تو میرے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ مجھے فوج میں بھرتی کرادیا جاتا اور مجاہدین سے لڑنے کے لیے کسی محاذ پر بھیج دیا گیا ہوتا اور پھر میدان جنگ میں کسی کو زخمی کر دیتا یا قتل کر دیتا یا خود قتل ہو جاتا یا اپنی ٹانگ گنوا بیٹھا ہوتا۔ اور اب دیکھئے اس کے بجائے میں امریکہ میں ہوں۔ میں نے دو ناول لکھے ہیں۔ ادبیات کے پیشے سے وابستہ ہوں میرے صحت مند بچے ہیں اور میں ان سب کے ساتھ زندہ ہوں...... (بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوسکتی ہے۔

اس ناول کو لکھنے، تدوین کرنے، بہتر بنانے اور معلومات مہیا کرنے میں جن امریکیوں نے مدد اور مشورے دیئے ہیں، ان میں ڈاکٹر ایلفر ڈلریز، ڈوری واکس، رابن ہیک، ڈاکٹر ٹوڈ ڈرائے، ڈاکٹر رابرٹ ٹل، ڈاکٹر سنڈی چن، لینیٹے پارکر آف ایسٹ سان جوز کیمونٹی لاء سنٹر، ایلین کوسٹر، سینڈی ساپجیل، سوسن پیڑسٹ کینڈی آف ریور ہیڈ وغیرہ شامل ہیں، ان اعلی تعلیم یافتہ تجربہ کار اور متعصب عیسائیوں نے اسلام، اسلامی ملک اور مسلمان افغانستان کی تہذیب کی دھجیاں اڑانے میں افغان روس جنگ کے ہیروز کو بدکردار، ظالم اور ریا کار ظاہر کرنے میں دن رات محنت، مشاورت، مالی تعاون کر کے خالد حسینی کو اپنا شکر گزار بھی بنایا اور اپنی مذہبی تعصب کی آگ بھی بجھالی، دوسری جانب اعلیٰ ترین سطح پر میڈیا، میں خارجہ پالیسی میں افغانوں کو دہشت گرد، پتھر کے زمانے کے لوگ ثابت کرنے اور امریکی اور NATO افواج کی موجودگی کو ''ناگزیر'' ثابت کرنے کے یے خاصا جواز فراہم کرلیا:

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ ناول دراصل خالد حسینی کی pseudoautobiography ہے اور کسی بھی زاویے سے یہ افغان معاشرے تہذیب کی نمائندگی نہیں کرتا۔ اس کا پلاٹ نہایت ناقص ہے واقعات کا ارتقاء غیر حقیقی ہے۔ کردار بڑے مبہم اور غیر واضح ہیں۔ یہ ایک شخص کا سطحی اور سرسری مشاہدہ ہے جو خود بیرون ملک زندگی بسر کر رہا ہے اسے اپنے ملک معاشرے کے بنیادی مسائل اور سیاسی، معاشرتی پیچیدگیوں کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ یہ ناول ایک

غیر جانبدار، آزاد طبع، تخلیقی ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ مغربی پروپیگنڈے کے زیر اثر رہ کر لکھا گیا ہے۔ اس ناول میں زندگی کی مکمل تصویر کے بجائے ایک مخصوص زاویے سے ایک ملک کی تہذیب پر شب خون مارا گیا ہے۔

خالد حسینی نے اپنے ناول "The Kite Runner" میں آصف (کانا) جیسے کردار کو کمال مہارت سے پیش کیا ہے۔ کم سن سہراب پر جنسی تشدد اور جنسی کاروبار کو اپنے ناول کا مین مقصد (Theme) بنایا ہے۔ بے شک یہ ایک خوفناک برائی ہے، لیکن اسی ملک میں اس کو امریکی بمباری، خاک وخون میں ڈوبے ہوئے افغان بچے اور بے بس عورتیں اور بزرگ نظر نہیں آتے۔ کابل، قندھار، غزنی، جلال آباد جیسے بڑے بڑے خوبصورت شہروں کو پیوند خاک کر کے بھی امریکی اور مغربی درندے مہذب اور ہمدرد ہونے کا دعویٰ کرتے دکھائی نہیں دیتے۔

ہم خالد حسینی کو ایک مشورہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر آپ اپنے ہموطنوں کے غم وغصہ کو کم کرنا چاہتے ہیں تو آیئے امریکی ریاست کیلی فورنیا کے میٹروپولٹن سٹی، سوشل سیکورٹی اور دیگر پرشکوہ آسائشیں چھوڑ کر ہلمند، کنڑ، غزنی، کابل، جلال آباد اور قندھار کی سرزمین پر آ کر جو امریکی بارود اور مسلم خون سے سیاہ مائل سرخ رنگ ہو چکی ہے، اس کی بحالی اور آبادکاری کے لیے اپنے دل دماغ اور ناول سے حاصل ہونے والی آمدنی کو استعمال کریں۔

۲۔ جارج کرائیل Charlie Wilson's War (GEORGE CRILE)

اب ہم ایک ایسی کتاب کو زیر بحث لا رہے ہیں۔ جس میں سویت جارحیت اور امریکی مفادات کے تحفظ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ایک بڑی پر اسرار اور خفیہ رازوں کے پردوں میں لپٹی ہوئی امریکی مصنف جارج کرائیل کی ''تحقیق'' ہے۔(۵)

اس کتاب پر ہالی وڈ میں فلم بھی بن چکی ہے۔ اس فلم میں جنرل ضیاء کا کردار انڈین اداکار اوم پوری نے ادا کیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ کتاب اور فلم امریکہ کی ریاست ٹیکساس (Texas) کے رہنے والے امریکی کانگریس کے رکن، عیاش، سیکنڈل ساز اور حسن پرست چارلی ولسن کی ان کہی کہانی ہے۔ چارلی ولسن نے کس طرح امریکی CIA کے ساتھ ساز باز کر امریکی تاریخ کا سب سے بڑا خفیہ فوجی آپریشن کامیاب کرایا۔ اس نکتہ پر سب سے زیادہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ اس سارے پس منظر میں پاکستان کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ جنرل ضیاء کو امریکیوں کے سامنے پسپا ہوتے دکھایا گیا ہے اور ان تو بہ شکن، کافر اداؤں والی حسیناؤں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جن کو چارلی ولسن اپنے ساتھ اسرائیل، مصر اور پاکستان کے دوروں پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے لے جاتا تھا۔ اور یہ سب عیاشی ریاستی مال پر کی جاتی رہی۔ اس افسانوی رنگ میں رنگی ہوئی کہانی کے اندر اور بہت سی ضمنی اور ذیلی کہانیاں ہیں۔ افغانستان میں روسی اور امریکہ کے خونی ٹکراؤ میں امریکی سی آئی اے کے بدترین ظالمانہ، وحشیانہ اور انسان دشمن کردار کے علاوہ اور بہت سے عوامل کی کئی وجوہات سامنے آتی ہیں۔ اس کہانی میں افغان جنگ میں پاکستان اور امریکہ کی حکومتوں کی

کارکردگی اور طرز عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور جنرل ضیاء کی طرف یہ بیان منسوب کیا گیا ہے کہ ''افغان جنگ میں سارا بنیادی کردار چارلی ولسن نے ادا کیا ہے، ضیاء کے اس بیان کو سمجھنے کے لیے پہلے امریکی سی ۔آئی۔اے(CIA) کے کردار کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ بڑی سنجیدہ اور مؤثر کوششیں کی گئی تھی کہ یہ راز کسی طرح بھی نہ کھلے کہ امریکہ روسی جارحیت کے خلاف مجاہدین کی مدد کر رہا ہے۔ اسی لیے ضیاء نے اصرار کیا کہ افغان جنگ میں کوئی امریکی اسلحہ استعمال نہیں ہوگا۔ اسلحہ کے لیے مصر کو ٹھیکہ دیا گیا، اور جنگ کے آخری مرحلہ میں یہ راز بھی کھل گیا۔

جارج کرائیل نے بڑی مہارت اور نفاست کے ساتھ کتاب میں چارلی ولسن کے کردار، پالیسی، اقدامات، ردعمل اور حتمی فیصلوں کو بڑے عمدہ انداز میں مرتب کیا۔ کہ ساری کتاب میں چارلی ولسن کے علاوہ کوئی اور کردار نظر ہی نہیں آتا۔ جارج کرائیل بڑے پراسرار انداز میں چارلی کے خفیہ اقدامات کا انکشاف کرتا ہے اور رواجی سی ملامت کا تاثر بھی دیتا ہے، لیکن ایسا کرتے ہوئے بھی بڑے سلیقے اور صفائی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور دورس نتائج میں چارلی ولسن کو سچا درست ثابت کرتا ہے۔ افغان جنگ کے دوران، جارج کرائیل لکھتا ہے کہ پاکستان میں ضیاء مطلق العنان حکمران تھا۔ کوئی اس سے باز پرس نہیں سکتا تھا۔ وہ اختیارات کی تمام حدود تک خود مختار تھا۔ وہ ریاست پاکستان میں جو چاہتا اس پر صرف حکم جاری کرتا اور اس پر عمل درآمد ہو جاتا۔ اسلحہ کے حصول میں ضیاء کو اسرائیلی مداخلت بھی بری نہیں لگتی تھی۔ پاکستان کی افواج کا سربراہ ضیاء اس حد تک امریکہ نواز بن چکا تھا کہ بقول ایک معروف تجزیہ نگار ''اگر چارلی ولسن کو اعزازی طور پر پاکستانی فوج کا فیلڈ مارشل بھی لگایا جاتا تو کسی قسم کا ''حرج'' نہیں تھا۔ بہرحال یہ کتاب ''فرد واحد کی حکمرانی'' کے حوالے سے ایک معیاری مطالعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا آخری باب بڑا دلچسپ ہے کہ روس کے خلاف افغان جہاد کے لیے کسی سے پوچھا نہیں گیا۔ نہ صلاح مشورے ہوئے۔

افغان جنگ روسی جارحیت کے خلاف تھی، ساری دنیا اب اس کھلی حقیقت سے آگاہ ہے۔ کہ اس جنگ میں پاکستان کا کردار کیا تھا؟ یہ جنگ پاکستان نے بادل نخواستہ قبول کی اور امریکہ کا حلیف بن کر پاکستان دنیا بھر کی اور خاص طور پر اپنے ہمسایہ ممالک کی ناراضگی، مہاجرین کی ذمہ داری، منشیات کی لعنت، کلاشنکوف کلچر اور دیگر مصائب ومسائل کا نشانہ بنا۔ اور ان سب سے بڑھ کر دہشت گردی، انتہا پسندی اور عسکریت پسندی کے عفریت میں پاکستان جکڑا گیا۔

بہرحال جارج کرائیل جو اس کتاب کا مصنف ہے اس نے کتاب کے نام کے ذریعہ امریکہ کی خواہش پوری کرنے کے لیے افغان جنگ کو چارلی ولسن کی جنگ قرار دیا نہ کہ امریکہ کی جیتی ہوئی جنگ۔ اس طرح امریکہ نے اپنے تمام وزراء کی خارجہ پالیسی سفارت خانوں اور سفیروں سے افغان جنگ کا دھبہ دھونے کی بڑی بھونڈی کوششیں کی، افغان جنگ میں وائٹ ہاؤس کے کردار کے حوالے سے آئی اے رحمٰن لکھتے ہیں۔

The only thing missing here is the role of the WHITE HOUSE in the CIA affair

"سی آئی اے کے معاملات میں وائٹ ہاؤس کے کردار کا ذکر نہیں ہے"

ہر وہ اسلامی ملک جہاں مذہب کو مرکزی اہمیت اور قوت حاصل ہے امریکہ اور یورپ اسی ملک کو خطرناک اور دہشت گرد قرار دیتا ہے اس کی بڑی نمایاں مثال ہمارا برادر ملک ایران ہے، ایران اپنے تاریخی ورثہ، قدیم خوبصورت تہذیب اور مذہبی عظمت سے ایک خوددار، قوی، شجاع، ذہین و فطین، مہمان نواز، اعلیٰ ترین ذوق حسن مردان خرد مند اور امن پسند غیور قوم کا ملک ہے۔کاربن کے ذخائر سے مالا مال ترقی کرتا ہو اسلامی ملک امریکہ اور یورپ کی نظروں میں کھٹک رہا ہے۔اسی لیے امریکہ نے ایران کی قیادت کی کردار کشی کرنے اور دنیا بھر میں صدر ایران کو بدنام کرنے کے لیے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ایران ہی کے ایک غدار لکھاری جس کا نام کسریٰ ناجی ہے سے کتاب لکھوائی ہے، اس کا نام ہے:

AHMADINEJAD (۳)

THE SECRET HISTORY OF IRAN'S RADICAL LEADER

(احمدی نژاد ایران کے بنیاد پرست رہنما کی خفیہ زندگی)(۶)

اس کتاب میں کسریٰ ناجی نے اپنے امریکی و مغربی وفادار ہونے کا بھرپور ثبوت دیا۔کسری ناجی بنیادی طور پر صحافی ہے اور امریکی متعصب اور جانب دار ٹیلی ویژن چینل سی این این (CNN) اور برطانیہ کی طرفدار خبر رساں ایجنسی بی بی سی (BBC) رسالہ فنانشل ٹائمز، دی گارڈین، دی لاس اینجلس ٹائمز، دی اکانومسٹ اور ٹی وی چینل اے۔بی۔سی (ABC) کے لیے رپورٹنگ کرتا رہا ہے۔کسریٰ ناجی کے "ذوق نظر" کے گھٹیا پن اور اوچھے پن کا اندازہ کتاب کے تعارف سے ہو جاتا ہے جس کا آغاز احمدی نژاد کے خلاف ان لطیفوں سے کیا گیا ہے. جو ان کے مخالفین نے گھڑ رکھے ہیں، اس طرح یہ کتاب مؤلف کے انتہائی رکیک، بے وزن، گھٹیا، اوچھے اور شریر ہونے کا ثبوت ہے، پھر اس لکھاری نے ایرانی صدر کے غریب والدین کی غربت کا مذاق اڑایا ہے، اور یہ کہا کہ احمدی نژاد ایک غریب لوہار کا بیٹا ہے حالانکہ یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے.

۴۔ اظہر نفیسی (Reading Lolita in Tehran)

پروفیسر اظہر نفیسی ایک ایرانی خاتون ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ماڈرن ہے، جس نے ۱۹۹۷ء میں اپنا وطن اور اپنی سرزمین اور اپنے عزیز واقارب چھوڑ کر امریکہ کے مادر پدر آزاد ماحول کو ترجیح دیتے ہوئے اسلامی قانون کے

مطابق نقاب اور پردہ کرنے سے انکار کر دیا۔(۷)

اظہر نفیسی ایک باقاعدہ لکھاری ہے اور یہ نیویارک ٹائمز، واشنگٹن اور دی وال سٹریٹ جنرل کے لیے لکھتی ہے۔اس کی کتابوں کے نام یہ ہیں.

(1) Anti- Terra

(2) A critical study of Vladimir Nabokov's Novels

(3) Reading Lolita in Tehran (A Memoir in Books)

یہ آخر الذکر کتاب بنیادی طور پر کتابوں کا تذکرہ ہے، اظہر نفیسینے روس کے معروف ادیب ولادی میر نیوکوف (Vladimir Nabokov) کے جنسی ناول (Lolita) پر تبصرہ لکھا ہے۔اس ناپاک اور غلیظ ناول میں ایک استاد اور ایک کم سن لڑکی کے درمیان ناجائز تعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔فحش جنسی جذباتیت سیبھرے ہوئے اس ناول کو اظہر نفسی امریکہ جانے سے پہلے تہران یونیورسٹی کی معصوم لڑکیوں کو خفیہ طور پر جمعرات کے دن اپنے گھر میں پڑھاتی اور معصوم بچیوں کے دل و دماغ کو گندے خیالات سے آلودہ کرتی تھی۔امریکہ کو ایران کے اسلامی انقلاب سے خاص دشمنی ہے، اسی لیے وہ ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے، جو ایران اور دوسرے اسلامی ملکوں کے خلاف کام کر سکیں، چنانچہ جیسے ہی نقاب کی پابندی سے انکار کر کے اظہر نفیسی امریکہ پہنچی، اس کو Hopkins University میں پروفیسر لگا دیا گیا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محترمہ پہلے ہی مغربی ایجنڈا پر عمل پیرا تھی، امریکہ اور مغرب کے ایسے، صحافی اور استاد نما ایجنٹ ہر اسلامی ملک میں مصروف عمل ہیں۔اظہر نفسی کی اس کتاب کو ۲۰۰۳ء میں IB Tauris کمپنی نے برطانیہ میں شائع کیا۔اس کے سرورق پر موجود مارگریٹ ایٹ ووڈ کا مندرجہ ذیل بیان قابل غور ہے:

"A book Lover's tale, a literary life raft on Iran's Fundamentalist sea"

Engrossing, fascinatng, stunning __All readers should read it.

(Margaret Atwood)

۵۔ Faith, Reason and the War against Jihadism

(A call to action)

جارج ویگل:

یہ ایک اور اہم کتاب ہے جو دراصل ایک قسم کی تحقیقی رپورٹ نما مقالہ ہے، مصنف جارج ویگل بنیادی طور پر امریکی تھنک ٹینک میں شامل ہے، وہ واشنگٹن کے ''ایتھک اینڈ پبلک پالیسی سنٹر'' میں سینئر فیلو ہے۔اس کی تحقیق اور رائے کے مطابق یہ صرف اور صرف جہادی لوگ ہیں جنھوں نے امریکہ اور اس کی قیادت میں مغرب کے خلاف

اعلان جنگ کر رکھا ہے، وہ مزید کہتا ہے کہ یہ انتہا پسند مسلمان ہیں جو جہاد وقتال کے خیالات پھیلاتے ہیں۔ اپنی جماعتوں میں جنگجو بھرتی کرتے ہیں۔ جہادی ادارے قائم کرتے ہیں۔ اور لوگوں سے جہاد فنڈ اکٹھا کرتے ہیں۔ اور امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے یا بے بسی سے اپنی بقاء کے لیے تڑپتا دیکھنے کے عزم صمیم رکھتے ہیں۔ وہ اپنی پورٹ میں مزید لکھتا ہے چونکہ اسلامی انتہاپسندی نے پورے کرہ ارض پر اپنے ٹھکانے بنا لیے ہیں، لہذا جہادیوں کے خلاف اب محدود جنگ نہیں ہوگی، یہ گلوبل وار ہوگی اور دنیا کے کئی محاذوں پر لڑی جائے گی۔ یہ ممکنہ محاذ افغان فرنٹ، عراق ایرانی محاذ، لبنان/شام کا محاذ غزہ کا محاذ، صومالی فرنٹ، پاکستان کا محاذ، توانائی کے بحران کا محاذ اور امریکہ کے اندرونی خطرات کا محاذ ہوگا۔ گویا تحقیقی رپورٹ کے مطابق امریکہ کو پندرہ محاذوں پر لڑنا پڑ رہا ہے۔ جارج ویگل ان محاذوں پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کے خلاف مندرجہ ذیل تجزیہ Washington,s Ethic And Public policy Centre کو بھیجتا ہے:

۱۔ اسلامی جہاد کی جڑیں گہرائی کے ساتھ ان کے علم وفضل کی تاریخ تک پھیلی ہوئی ہیں۔

۲۔ جہاد وقتال کا ڈھانچہ مزید ترقی طلب ہے۔

۳۔ امام ابن تیمیہ (۱۳۲۸-۱۲۶۵) نے ۱۲۶۵ میں جہاد کی تعریف وتشریح کی اور یہ نظریہ پھیلایا کہ اسلام جنگ اور فوجی فتوحات سے پھیلا ہے۔

۴۔ پانچ سو سال بعد ''وھابی ازم'' کے بانی محمد بن عبد الوہاب نے یہ خیال پیش کیا کہ تمام تر قانون سازی اور اقتدار اعلی کا مالک صرف ایک اللہ ہے۔

بیسویں صدی میں مصر کے حسن البانہ نے جو اخوان المسلمین کے بانی تھے۔ جدید تہذیب اور مادر پدر آزادی کی سخت مذمت کی، کیونکہ اس سے مسلمان کے ایمان کی روح متاثر ہوتی ہے۔

اس جہادی صورت حال سے نمٹنے کے جارج ویگل مندرجہ ذیل تجاویز امریکی تھنک ٹینک کو بھیجتا ہے۔

۱۔ جارج ویگل اس بات پر زور دیتا ہے کہ امریکی حکومت جہادیوں کیخلاف بھی اتنی ہی سنجیدگی سے پبلک پالیسی اپنائے جتنی ہم (امریکہ) نے سرد جنگ کے دوران روس کے خلاف اختیار کی تھی۔

۲۔ مختلف ممالک میں موجود امریکی سفارت خانوں میں ان کے مالیاتی بجٹ/فنڈ میں خاصا معقول اضافہ کیا جائے۔

۳۔ دنیا بھر میں امریکہ کے مؤقف کے لیے رائے ہموار کرنے کے لیے خصوصی پروگرام وضع کیے جائیں۔

۴۔ اپنے ملک کے اندر لوگوں کو اس مقصد پر ابھارنے اور آمادہ کرنے کے لیے نئی نسل کے ماہر لکھاریوں، ادیبوں، رہنماؤں اور ان لوگوں کو جو زبان وادب میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور اسلامی دنیا کی تہذیب وتمدن پر گہری نظر رکھتے ہیں تیار کیا جائے۔

۵۔ ایسے ادیبوں اور لکھاریوں کو مسلمانوں کے ادبی حلقوں، تعلیمی اداروں، سیاسی اور جماعتوں میں شامل کر دیا جائے۔

۶۔ ہنٹنگٹن کی کتاب:

The Clash of Civilizations

and

The Remaking of World Order

ایک اور اہم کتاب جس نے دنیا کے علمی، ادبی، سیاسی حلقوں، تعلیمی اداروں، سیاسی جماعتوں میں ہلچل مچادی وہ ہنٹنگٹن کی کتاب ہے(۹)

اس کتاب کا مصنف Samuel P.Huntington ہے، سابق امریکی صدر ہنری کسنجر نے اس کتاب کے مصنف کی بڑی تعریف کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

Sam Huntington, one of the West's most eminent political scientists The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order is one of the most important books to have emerged since the end of the Cold War"(۱۰)

اس کے علاوہ امریکی اخبارات نے اس کتاب کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے ہیں،(سام ہنٹنگٹن مغرب میں بہت معروف سیاست دان اور سائنس دان ہے، اس کی کتاب "تہذیبوں میں تصادم اور ورلڈ آرڈر کی تشکیل" بہت اہم کتاب ہے، جو جنگ کے خاتمہ کے بعد لکھی گئی) ان میں دی واشنگٹن پوسٹ، دی نیو یارک ٹائمز اور دی نیشنل انٹرسٹ۔"The National Interest"

شامل ہیں۔ ہنٹنگٹن (Huntington) اس کتاب کے باب نمبر Ten کی ایک ذیلی سرخی "اسلام کی خونریز سرحدیں" میں لکھتا ہے۔

"اسلام دنیا میں تمام تر عدم استحکام اور ناپائیداری کا باعث ہے، کیونکہ دنیائے اسلام میں غالب اور زبردست مرکزی قوت کا فقدان ہے۔ اور وہ اسلامی ریاستیں جو دنیائے اسلام میں قائدانہ کردار ادا کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں، جیسا کہ اسلام کا مرکز سعودی عرب، ایران، ایٹمی قوت والا ملک پاکستان، ترکی اور بھرپور قوت والا ملک انڈونیشیا، لیکن آپس ہی میں دنیائے اسلام میں ایک دوسرے پر اپنی برتری جتانے کے لیے مقابلہ بازی پر اتر

آ ئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان اسلامی ممالک میں سے ایک ملک بھی اس قابل نہیں ہے کہ وہ کم از کم دنیائے اسلام کے اندر پائے جانے والے آپس کے اختلافات کو دور کرنے میں مرکزی کردار ادا کر سکے۔ اور ان میں کوئی ملک بھی دین اسلام کی جانب سے اتنا با اختیار اور اہل نہیں ہے کہ وہ ان عالمی مسائل واختلاف میں جو مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ پیش رفت کرنے کے قابل ہو۔ (۱۱)

ہنٹنگٹن مزید لکھتا ہے:

فیصلہ کن اور حتمی طور پر سب سے خطرناک امر یہ ہے کہ مخصوص اسلامی خطوں میں جو آبادی کا خوفناک اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں بے روزگار مرد حضرات جن کی عمریں پندرہ سے تیس سال کے درمیان ہیں (جہادی تنظیموں کو) بڑی آسانی کے ساتھ دستیاب ہو جاتے ہیں، یہ بے روزگار مرد حضرات اسلامی ممالک میں اور غیر اسلامی ممالک میں قدرتی طور پر تشدد اور عدم استحکام کا باعث ہیں۔ دیگر وجوہات کے علاوہ صرف ایک یہ (بے روزگار افراد کی بہتات) کی وجہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء کے درمیان ہونے والے مسلم تشدد کے واقعات کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

ہنٹنگٹن اسی کتاب کے باب نمبر ۹ جس کا عنوان ''تہذیبوں کی عالمی سیاست'' ہے اس کی ایک ذیلی سرخی کے زیر عنوان ''اسلام اور مغرب'' کے پہلے پیراگراف میں لکھتا ہے۔

> (سابق) امریکی صدر بل کلنٹن سمیت دیگر بہت سے اہل مغرب نے مدلل انداز میں کہا ہے کہ مغرب کو اسلامی دنیا سے کوئی شکایت یا تکلیف نہیں ہے۔ مغرب کو صرف اسلامی انتہا پسندوں کے تشدد سے اختلاف ہے، لیکن چودہ سو سالہ تاریخ اور مسلمانوں اور عیسائی دنیا کے درمیان پیش آنے والے واقعات اور حادثات تو ایک مختلف تصویر پیش کرتے ہیں۔ یعنی عیسائیت بشمول مغربی (جدید) عیسائیت اور بنیاد پرست آرتھوڈکس عیسائیت کے عالم اسلام سے تعلقات اکثر بدترین رہے ہیں۔

یہی مصنف مزید لکھتا ہے کہ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دہائیوں میں عیسائی معاشروں اور مسلم معاشروں کے درمیان رواداری اور ایک دوسرے کے لیے تحمل میں بڑی تیزی سے کمی آئی ہے۔ اسلام اور مغرب کے درمیان از سر نو پیدا ہونے والے اختلاف کی وجہ طاقت اور ثقافت کے حوالے سے وہ بنیادی سوالات ہیں کہ حکمرانی کس نے کرنی ہے اور محکوم کون بنے گا۔ (۱۳)

وہ اسلامی جہادی تنظیموں کی تشکیل کے بارے میں لکھتا ہے کہ اسلامی طلبہ اور مسلم دانشوروں نے عسکری گروہ اور اسلام پسند عناصر کی تحریکوں کے لیے مہلک جنگجو تشکیل دیئے ہیں، ان میں شہری آبادی کے متوسط طبقے نے

بڑی تعداد میں رکنیت حاصل کی ۔ اور ایران کے انقلاب میں انہوں نے بڑا بنیادی کردار ادا کیا ہے ،وہ اسلام اور مغرب کا موازنہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ موجودہ دور میں اسلام کے دوبارہ پھیلنے کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اسلام کا یہ دوبارہ پھیلاؤ دراصل مغرب کی طاقت اور توقیر میں انحطاط کا نتیجہ ہے ۔

بعد ازاں یہی مصنف جہادی تنظیموں میں افرادی قوت کا ذریعہ یوں بیان کرتا ہے کہ ثانوی درجے کی تعلیم والے نوجوان بڑی تعداد میں اسلامی عسکری تحریک کی قوت بڑھانے کے لیے بڑی تعداد میں بھرتی ہوتے رہیں گے اور مسلم عسکریت ،فوجی طاقت اور مسلم تارکین وطن کی تعداد میں اضافہ کرتے رہیں گے ۔

۷۔　کرسٹوفر کریمر کا سفرنامہ The Carpet Wars

ایک اور اہم جو بنیادی طور سفرنامہ ہے، کرسٹوفر کریمر (Christopher Kremmer) کی ہے، وہ آسٹریلیا شہر کے سڈنی میں ۱۹۵۸ میں پیدا ہوا۔ تقریباً گزشتہ دس سالوں سے براعظم ایشیاء کو اپنے نظریات سے دریافت کرتے ہوئے پرنٹ میڈیا اور نشریاتی میڈیا کے لیے کام کرتا ہے ۔

یہ کتاب ۹/۱۱ کے حادثے کے پس منظر میں لکھی ہے۔ اس کتاب کے مصنف کرسٹوفر کریمر نے پورے دس سالوں سے بھی زیادہ عرصہ افغانستان، پاکستان، عراق ، ایران اور وسط ایشیائی ریاستوں میں گھوم پھر کر اسے لکھا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اسلام اور اسلامی معاشرہ کی کردار کشی کرنے کے لیے ان معاشروں میں بقول مغرب جو ناانصافی ہو رہی ہے اس پر تحقیق کی جائے تا کہ افغانستان جیسے پسماندہ اور دور افتادہ دنیا کے کونے میں بسنے والے افغان مسلمانوں کا احتساب کرتے ہوئے امریکہ اور یورپی ممالک اپنے ملک کی سلامتی کو یقینی بنا سکیں۔

اس نے اس علاقے کی سب سے زیادہ برآمد کی جانے والی شے ، یعنی قالین، غالیچے ،دریاں اور اسی طرح کی دیگر مصنوعات پر روشنی ڈالی ہے اور افغان بچوں کا قالین بافی کی صنعت میں کام/محنت کرنے کو ظلم قرار دیا ہے اور ان ممالک پر چائلڈ لیبر کا الزام لگایا ہے۔ عراق پر پابندیاں لگا کر ادویات کی سپلائی روک کر لاکھوں کم سن عراقی بچوں کو ہلاک کرنے والا امریکہ افغانستان میں چائلڈ لیبر کے قوانین کا چیمپئن بنا ہوا ہے اور انصاف کرتے ہوئے ڈیزی کٹر بموں سے کارپٹ بمباری کر کے کارپٹ بنانے والے پورے کے پورے گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔

امریکہ اور مغرب نے اسلامی ممالک کی نسل نو کا، جو مستقبل میں ان کے لیے چیلنج بن سکتے ہیں۔ اخلاق تباہ کرنے کے لیے دور جدید کے تفریحی ذریعے سینما کو بڑے مؤثر انداز میں استعمال کیا ہے۔ ایسی ایکشن پیکڈ فلمیں، آرٹ موویز، دستاویزاتی اور سیاحتی مختصر فلمیں بناتا ہے کہ نئی مسلم نسل فوراً متاثر ہو جاتی ہیں۔ دنیا بھر میں مسلم عائلی زندگی اور تنگ نظر دکھانے کے لیے اسلام دشمن فلموں پر باقاعدہ تحقیق کر کے ان فلموں کے خاص خاص سین پر بڑے

بڑے، وضاحتی رائے دیکر فلمی کہانی کو ایک زندہ اور حقیقی مسئلہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ ان فلموں کے مؤلفین، شرابی، زانی، غیر تعلیم یافتہ یا کم تعلیم یافتہ دولت وشہرت کے لالچی لوگ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو مسلم معاشرے کی نظریاتی، عائلی مسائل کی ترجمانی اور تبصرہ نگاری کا منصب کون دیتا ہے۔

women, islam cinema

۸۔ گونل ڈامنز کولن (Gonul Donmez- Colin)

اس کتاب کے ۵ ابواب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) represntations of women (خواتین کی نمائندگی)

(2) violence against woment and th politics (خواتین پر تشدد اور عصمت دری کی سیاست)

(3) islamist Cinema as a genre (اسلامی سینما بطور ایک ادبی صنف)

(4) womn's films, about women (خواتین کے موضوع پر خواتین کی بنائی فلمیں)

(5) women's heroes of the new iranian cinema (ایرانی سینما کی ہیرو (بہادر) خواتین)

پاکستان اور سب سے زیادہ ایران میں بننے والی وہ فلمیں جن میں مسلمان خواتین کو مظلوم، جبر کا شکار، پابندی کا اسیر، (مادر پدر) آزادی سے محروم، مرد کی خواہشات کا ہدف اور بسی وبے کسی کی تصویر بنا کر پیش کیا گیا ہے، اس کتاب کا موضوع ہے۔ اسلامی شعار اور حدود اللہ کا ذکر انتہائی غلط، مبالغہ آرائی اور منفی تنقید کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً اس کتاب کے پہلے باب representations of women صفحہ نمبر ۴۴ کے آخری پیراگراف میں قرآن مجید پر (اعتراضی اور منفی) تبصرہ کرتے ہوئے اس کتاب کے مصنف گونل ڈان کہتا ہے کہ

"قرآن کی ۱۱۴ سورتیں ہیں (واقعاتی اور حادثاتی طور پر) ان سب میں ساری توجہ کا مرکز مرد ہے۔ ان میں مرد اور عورتوں کے تعلق کی حدود کا تعین کیا گیا ہے اور مرد کو عورت پر برتری دی گئی ہے۔ بجائے اس کہ خواتین کے حقوق کا تعین کیا جاتا، مذہب کے تمام قوانین اور اخلاقی ضابطے مرد کے حق میں ہیں (۱۵)

اسی پہلے باب representations of women میں قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت: ۲۲۳ کا بالکل غلط ترجمہ کر کے اپنی اسلام دشمن سوچ کو درست ثابت کرنے کی انتہائی بھونڈی کوشش کی ہے۔ اس نے آیت کا غلط ترجمہ کر کے ایک طرف تو آسمانی کتاب کی توہین کی ہے، تو دوسری طرف علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ سوم مصنف